بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح دو نمازیں ہیں یا ایک اور صلوٰۃ تراویح کی جو بیس رکعت پڑھتے ہیں آیا یہ مسنون ہیں یا بدعت اور قرون ثلثہ میں سے کسی عالم کی رائے بیس رکعت کے بدعت ہونے کی ہوئی ہے یا نہیں اور ائمہ مجتہدین کا اسمیں کیا مذہب ہے۔

بینوا توجروا

الجواب

حامداً و مصلیاً

اقول و باللہ التوفیق کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ہر دو صلوٰۃ جداگانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریع اور احکام جدا ہیں کہ تہجد ابتدا اسلام میں تمام امت پر فرض ہوا اور بعد ایک سال کے تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر تہجد تطوعاً رمضان و غیر رمضان میں جاری رہا قال اللہ تعالیٰ یاایھا المزمل قم اللیل الآیہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حدیث طویل میں کہ تہجد بعد فرض ہونیکے نفل ہو گیا چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے قال قلت حدثینی عن قیام اللیل قالت الست تقرأ یاایھا المزمل قال قلت بلی قالت فان اول ھذہ السورۃ نزلت فقام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامھم وحبس خاتمتھا فی السماء اثنی عشر شھرا ثم نزل آخرھا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ الی آخر الحدیث اس سے ثابت ہوا کہ تہجد قبل ہجرت ابتداء اسلام میں تطوعاً مشروع ہو چکا تھا اور اسپر سب صحابہ تطوعاً رمضان و غیر رمضان میں عمل درآمد رکھتے تھے اور تراویح کا اُس وقت میں کہیں وجود نہیں تھا پھر بعد ہجرت کے جب صوم رمضان فرض ہوا

تو اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور اُس میں یہ فرمایا جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیامہ تطوعاً الخ الحدیث اس روایت کو مشکوۃ نے بیہقی سے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت نفلا مقرر ہوا اور اس سے یہ سمجھنا کہ تہجد جو سابق سے تطوع تھا اُس کا ذکر فرمایا ہے۔ بعید ہے کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ نماز تہجد اب بھی نفل ہی ہے یا مثل اسکے کچھ الفاظ فرماتے اسواسطے کہ تہجد پہلے سے رمضان میں جاری تھا پھر اب اس کا ذکر کرنا کیا ضرور تھا جیسا کہ دیگر صلوات فرض ونفل کا کچھ ذکر نہیں فرمایا البتہ بعض احادیث میں اعمال رمضان کی فضیلت فرمائی ہے اور اس فقرہ میں کوئی فضیلت کی بات نہیں بلکہ دوسری صلوۃ نفل کی مشروعیۃ کا ذکر ہونا ظاہر ہے اور دوسری روایت میں سنن ابن ماجہ کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ تعالیٰ قیام رمضان کو تطوعاً مقرر فرمایا حالانکہ تہجد خود بحکم خدا تعالیٰ قبل اس سے نفل ہو چکا تھا اور قیام رمضان کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنفل فرمایا سو اس سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد وتراویح نشر نعیا دو نماز ہیں کہ دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں اور تہجد قرآن شریف سے ثابت ہوا اور تراویح حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر روز تہجد کو آخر شب میں پڑھا ہے چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت ہے قلت فای حین کان یقوم من اللیل قالت کان یقوم اذا سمع الصارخ اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور تراویح کو آپ نے اول لیل میں پڑھا ہے مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلم یقوم بنا شیئا من الشہر حتے بقی سبع فقام بنا حتے ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ

ف۱ کر دیئے اللہ تعالےٰ نے روزہ اُس کے فرض اور قیام اس کا نفل ۱۲ ف۲ فرض کر دیئے اللہ تعالےٰ نے روزہ اُسکے (یعنی رمضان کے) اور سنت بنایا میں نے قیام اُس کا ۱۲ ف۳ پھر کہا میں نے (یعنی راوی نے) پس کس وقت تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھتے رات کے۔ فرمایا جب سُنتے تھے آواز مرغ کی ۱۲ ف۴ مروی ہے ابو ذرؓ سے کہ روزے رکھے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پس نہ قیام کیا ہمارے ساتھ مہینے میں سے یہاں تک کہ سات دن رہ گئے اور مہینہ انتیس دن کا تھا پس قیام کیا ہمارے ساتھ (یعنی تیسویں رات کو) یہانتک کہ گذر گئی تہائی رات پس جب چھٹی رات آئی (یعنی مہینے کی آخر سے شمار کرتے ہوئے بعد وہ انتیس والے مہینے میں چوبیسویں رات ہی) نہ قیام کیا ہمارے ساتھ پھر جب اسی حساب سے پانچویں رات کہ فی الحقیقت ۲

قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یارسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان
الرجل اذا صلے مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا
..... فلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ ونساءہ والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا
الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشھر رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ
پہلی اور دوسری دفعہ میں تو نصف لیل تک فراغت پائی اور تیسرے دن اول سے لیکر آخر شب
تک ادا فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوۃ جداگانہ ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم تہجد کو ہمیشہ منفرداً پڑھتے تھے کبھی تداعی جماعت نہیں فرمائی اگر کوئی شخص آکھڑا
ہوا تو مضایقہ نہیں جیسا کہ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ خود ایک دفعہ آپ کے پیچھے جا کھڑے
ہوئے تھے۔ بخلاف تراویح کے کہ اُسکو چند بار تداعی کے ساتھ جماعت کرکے ادا کیا چنانچہ
اسی حدیث ابی ذر سے واضح ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوۃ جداگانہ ہیں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کے واسطے تمام رات کبھی نہیں جاگے چنانچہ حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان تہجد میں فرماتی ہیں ولا اعلم نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرأ القرآن
کلہ فی لیلۃ واحدۃ ولا صلے لیلۃ الی الصبح الخ اور یہ اُن کی تحدید صلوۃ تہجد میں ہے۔ ورنہ
صلوۃ تراویح میں صبح تک نماز پڑھنا روایت ابوذر سے خود ثابت ہوچکا ہے اور حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی خود اس کا علم ہے اس واسطے کہ آپنے اپنی سب اہل ونسا کو جمع
کیا تھا پھر باوجود اس امر کے جو آپ انکار احیار تمام لیل کا فرماتے ہیں تو یہ کہنا کہ آپ کو خبر نہیں
یا نسیان ہوا نہایت بیجا ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ انکار احیار تمام لیل کا صلوۃ تہجد میں وارد ہوا
کیونکہ سعد بن ہشام راوی حدیث صلوۃ تہجد ہی کو پوچھتے تھے اور اُسی کے باب میں آپ
نے یہ امر فرمایا تھا۔ چنانچہ مسلم میں یہ روایت موجود ہے نہ تراویح میں کہ اُس کا یہاں ذکر کر
ہی نہیں تھا علی ہذا جو ابو سلمہ نے قیام رمضان کو پوچھا ہے تو وہاں بھی مراد قیام رمضان
سے تہجد ماہ رمضان کا ہے غرض اُن کی یہ تھی کہ تہجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رمضان
میں بہ نسبت اور شہور کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں بخاری میں ہے۔ عن ابی سلمۃ بن
عبد الرحمن انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی

رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کیونکہ ظاہر متبادر اس حدیث سے یہ ہے کہ ابو سلمہ نے خاص قیام رمضان کو سوال کیا اور حضرت عائشہ نے یہ فرمایا کہ رمضان میں کوئی خاص نماز نہیں تھی بلکہ رمضان وغیر رمضان میں ہر روز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اس سے زیادہ کبھی نہیں پڑھتے تھے اور ہیئۃ پڑھنے کی یہ تھی کہ چار رکعت پڑھی اور سو گئے پھر چار رکعت پڑھی اور سو گئے پھر تین وتر پڑھے اور دائما یہی عادت تھی رمضان وغیر رمضان میں اسکے خلاف نہیں پس اگر اسکے یہی معنے ہیں تو یہ حدیث بہت سی روایات کے معارض ہوتی ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ خود آپ ہی تیرہ رکعت روایت فرماتی ہیں چنانچہ موطا امام مالک میں ہے عن[1] عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء للصبح رکعتین خفیفتین انتہی اور حضرت ابن عباس خود تیرہ رکعت تہجد کی غیر رمضان میں نقل کرتے ہیں اور بعض دیگر صحابی بھی تیرہ رکعت روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہیئت صلواۃ کے بھی خلاف اس ہیئۃ مذکورہ فی حدیث عائشہ رض کے ہے چنانچہ مسلم میں بذیل روایت طویلہ ابن عباس سے مروی ہے قال[2] ابن عباس فقمت فصنعت مثل ما صنع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم ذہبت فقمت الی جنبہ فوضع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدہ الیمنے علی راسی واخذ باذنی الیمنے یفتلہا فصلے رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر ثم اضطجع حتے جاءہ المؤذن فقام فصلے رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلے الصبح اور ایک دوسری روایت میں ابن عباس فرماتے ہیں جو مسلم میں موجود ہے فقام فصلی فقمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی عن یمینہ فتتامت صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم اضطجع فنام حتی نفخ الی اخر الحدیث ۔ اور زید بن خالد الجہنی کی مسلم میں روایت ہے

[1] مروی ہے حضرت عائشہ سے کہ تھے رسول صلعم پڑھتے رات میں تیرہ رکعتیں پھر پڑھتے تھے جب سنتے تھے اذان صبح کی دو رکعتیں ہلکی ۱۲

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال لارمقن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلے رکعتین خفیفتین ثم رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلے رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلے رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلے رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلے رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ دیکھو یہ احادیث ثلاثہ عدد رکعات اور ہیئت ادا دونوں میں خلاف اُس حدیث عائشہؓ کے ہیں اور اوپر حدیث ابوذر سے معلوم ہوا کہ تین روز جو آپ نے نماز رمضان میں پڑھی اگرچہ اُس کے عدد رکعات معلوم نہیں مگر ہرگز اُس میں چار چار رکعت پڑھکر آپ نہیں سوئے اور تین روز دوسری رمضان میں جو بجماعت نماز پڑھے اُس میں بھی یہ ہیئت ثابت نہیں ہوئی اور احادیث میں شدت اجتہاد عبادت رمضان کا مذکور ہے وہ بھی اسکے خلاف ہے کیونکہ جب سب شہور کی صلوٰۃ لیل برابر تھی تو شدت اجتہاد کے کیا معنے اور جن روایتوں میں آیا ہے کہ رمضان میں خصوصاً عشرہ اخیر میں نہیں سوتے تھے وہ بھی اسکے خلاف ہے چنانچہ بخاری میں ہے اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ الحدیث اور بیہقی نے روایت کیا ہے اذا دخل رمضان لم یات فراشہ حتی ینسلخ الحدیث ان دونوں حدیثوں سے شدت اجتہاد عبادت اور احیائے تمام لیل حاصل ہے نہ مساوات رمضان وغیر رمضان کی اور حضرت عائشہؓ نے جو بیان تہجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سعد بن ہشام سے کیا وہ بھی اس روایت کے خلاف ہے چنانچہ روایت طویلہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فقالت کنا نعد لہ سواکہ وطہورہ فیبعثہ اللہ .... ماشاء ان یبعثہ من اللیل فیتسوک ویتوضأ ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیھا الا فی الثامنہ فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم ینھض ولا یسلم ثم یقوم فیصلے التاسعۃ ثم یقعد فیذکر اللہ ویحمدہ ویدعوہ ثم یسلم تسلیما یسمعنا ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وھو قاعد فتلک احدی عشرۃ رکعۃ یا بنی الخ الحاصل نفی زیادہ رکعات کی گیارہ سے اور یہ ہیئت خاص مخدوش ہوتی ہے۔ لہذا حق یہ ہے کہ معنے حدیث کے یہ ہیں کہ ابو سلمہ نے بایں وجہ کہ

رمضان میں آپ کا اجتہاد عبادۃ زیادہ ہوتا تھا تہجد رمضان کو پوچھا تھا کہ آیا رمضان میں تہجد آپ کا بہ نسبت اور ایام کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں تو حضرت عائیشہؓ نے زیادہ تہجد کی نفی کی صلوٰۃ تراویح سے اس میں کچھ بحث نہیں نہ سوال میں نہ جواب میں اور گیارہ رکعت کا ذکر اکثریہ ہے نہ کلیہ کہ اکثر تہجد کی رکعات آپ کی گیارہ ہوتی تھیں اگرچہ احیاناً اس سے زیادہ بھی پڑھی ہیں تو اس حدیث میں نہ احیاناً زیادۃ تہجد کی نفی ہے اور نہ ذکر قیام رمضان کا جو سوائے تہجدؔ کے ہے بلکہ ذکر اُن عدد رکعات کا ہے جو اکثر اوقات تہجد رمضان و غیر رمضان میں ہوتا تھا - اور بعد اُس کے یہ جملہ یصلے اربعا الی آخرہ - یہ دوسرا امر ہے جس سے آپ کی قوۃ عبادۃ پر تنبیہ منظور ہے کہ نوم و یقظہ آپ کے اختیار میں تھا جب چاہیں جاگیں جب چاہیں سوئیں اور آپ احیاناً ایسا کرتے تھے نہ اس ہیئت کو خصوصیت رمضان سے ہے نہ لزوم اُن رکعات سے بلکہ یہ بعض اوقات کی حالت کا بیان ہے اور یہ مستقل جملہ ہے چونکہ قاعدہ بلاغت میں مقرر ہو چکا ہے کہ عطف جملہ کا جملہ پر اُس وقت کرتے ہیں کہ ہر دو جملوں میں بعض وجہ سے اتصال اور بعض وجہ سے انفصال ہو اگر بالکل اتصال ہو یا بالکل انفصال ہو تو حرف عطف ذکر نہیں کرتے پس یہاں حرف عطف ذکر نہ کرنا بوجہ کمال انفصال ہے نہ بوجہ کمال اتصال - چونکہ بیان شدۃ اجتہاد تھا اس وجہ سے اس کلام کو آپ نے ذکر کیا - ورنہ جواب اُن کے سوال کا جو عدد رکعات تہجد رمضان کا استفسار تھا وہ تمام ہو چکا تھا - پس اس تقریر پر نہ معارضہ احادیث سے زیادت کا باقی رہا اور نہ ہیئۃ کا اور نہ احیا تمام لیل کا سب احادیث مطابق واقعہ کے اور باہم موافق ہوگئیں اور یہی مراد حضرت عائشہؓ صدیقہ کی ہے - پس معلوم ہوا کہ تمام شب نماز پڑھنا تہجد کے واسطے ہے اور پڑھنا تراویح کے واسطے اور بخاری نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کو جو اوّل وقت میں حضرت ابی کرا رہے تھے اور یہ جماعت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کرائی ہوئی تھی دیکھ کر یہ فرمایا

والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون تو اس سے بھی اگر مغایرت دونوں نمازوں کی نکالی جاوے تو بعید نہیں کیونکہ معنے اس قول کے یہ ہیں کہ جو نماز کہ اُس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اُس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اُٹھتے تھے تو حضرت عمرؓ نے اُن کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہ چاہیے لہذا اول وقت میں تراویح اور آخر میں تہجد ادا کریں ورنہ اس تراویح کو ہی اخیر وقت میں پڑھیں کہ فضیلت بھی حاصل ہو جاوے اور آخر وقت کی تراویح سے تہجد بھی حاصل ہو جاوے کہ بتداخل صلوتین دونوں نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس سے فضیلت وقت بھی معلوم ہو گئی چنانچہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے صراحۃً یہ ثابت نہیں ہوا کہ جب آپ نے اول رات میں تین روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت میں تہجد پڑھا یا نہیں واللہ اعلم - مگر فعل بعض صحابہ سے اس کا نشان ملتا ہے - چنانچہ ابو داؤد نے قیس بن طلق سے روایت کی ہے فلما زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسی عندنا وافطر ثم قام بنا تلک اللیلۃ واوتر بنا ثم انحدر الی مسجد فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ انتہے اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ طلق بن علی نے اول لوگوں کے ساتھ موافق فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اول وقت میں تراویح ادا کی اور وتر بھی اُس کے ساتھ پڑھے جیسا کہ فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور بعد اُس کے اپنی مسجد میں جا کر آخر وقت میں تہجد ادا کیا اور اُس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے اور مقتدیوں کو حکم دیا کہ تم اپنے وتر پڑھ لو اور چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے تو لہذا وہ مقتدی تہجد گذار کے ساتھ وتر پڑھنا چاہتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہ رضی اللہ اتباع رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم میں نہایت سرگرم تھے سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسرے وقت میں تہجد پڑھا ہوگا اور یہ جو بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں اذا دخل العشر شد میزرہ واحیے لیلہ وایقظ اھلہ الحدیث اس سے تین امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ ان ایام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام رات جاگے ہیں اس واسطے کہ احیی لیلہ وہیں بولا جاتا ہے کہ تمام رات جاگیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عایشہ صدیقہ نے جو انکار تمام رات کے جاگنے کا کیا ہے وہ تہجد کی نسبت ہے نہ مطلقاً تو اس بیان میں خود تمام رات کے جاگنے کو ارشاد فرماتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جن دو شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کو دو ثلث لیل تک اور نصف لیل تک پڑھا تھا تو بعد نصف شب کے آپ سوئے نہیں کیونکہ وہ لیالی بھی داخل عشرۂ تھیں پھر بعد نصف شب کے غالب گمان یہ ہے کہ نوافل پڑھیں کہ وہ تہجد تھیں کیونکہ آپ کی عادت رات کو نماز ہی پڑھنے کی تھی بیٹھ کر ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا معتاد نہیں اس سے بھی اختلاف دونوں نمازوں کا مظنون ہوتا ہے تیسرے یہ کہ تراویح آپنے ہمیشہ پڑھی کہ اول شب میں جو کچھ پڑھتے تھے وہ تراویح تھی اور آخر شب میں تہجد سو تراویح فعلاً بھی سنت موکدہ ہوئی اور جو کچھ کہ آپ نے بخوف افتراض ترک کیا تھا وہ جماعت تداعی تھی نہ نفس تراویح الحاصل ان سب وجوہ سے مغائرت تہجد وتراویح کی ظاہر ہے۔ مگر ہاں ایک نماز دوسرے کے قایم مقام ہوسکتی ہے کہ اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جاویگا۔ اور یہ امر سب نوافل میں ہے مثلاً اگر بوقت ضحے صلوٰۃ کسوف پڑھی جاوے تو صلوٰۃ کسوف قایم مقام صلوٰۃ ضحے کے ہو جاتی ہے اور اگر خسوف قمر کی نماز تہجد کے وقت پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جاتا ہے اگرچہ بحیثیت تراویح تراویح تہجد سے جُدی صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ ضحے سے اور صلوٰۃ خسوف صلوٰۃ تہجد سے مگر ثواب ہر دو کا حاصل ہو جاتا ہے۔ علے ہذا وقت ضحے ایک

اور اُس کے فضایل میں احادیث وارد ہیں اور اوّل وقت اور آخر وقت دونوں وقت
میں نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ہر دو نماز علیحدہ ہیں مگر ایک کے
پڑھنے سے ثواب وارد حدیث حاصل ہو جاتا ہے لہذا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے تمام رات نماز تراویح پڑھی تو تہجد کا بھی اُس میں مداخل ہو گیا۔ اور اگر ثلث شب
تک پڑھے یا نصف تک بجماعت تو باقی شب میں منفرداً نماز ادا ہونا بظن غالب
معلوم ہوتا ہے مگر کسی راوی نے اسکو ذکر نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ بعد اس کے واضح
ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کے عدد رکعات کو قولاً محدود نہیں فرمایا
بلکہ مطلق صلوٰۃ کی رغبت دلائی اور مطلق حسب قاعدہ المطلق یجری علے اطلاقہ یہ چاہتا ہے
کہ صلوٰۃ کسی ہیئت اور کسی عدد سے اگر ادا کی جاوے مامور مندوب ہو ویگی دریں صورت
پابندی کسی عدد کی نہیں ہو سکتی بلکہ مامور مختار ہے جس قدر چاہے پڑھے قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (الحدیث)
وقال جعل اللہ صیامه تطوعا (الحدیث) وقال سننت لکم قیامه (الحدیث) ان
ہر دو حدیث میں بھی قیام رمضان کو مطلق ہی رکھا ہے کوئی بیان نہیں فرمایا ہے لہذا جیسا کہ
تہجد پہلے سے مندوب تھا ایسا ہی قیام رمضان جو تراویح ہے مطلقاً اُمت پر و جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر مندوب ہوا کہ ادنےٰ اُس کی دو رکعت اور نہایت کی کوئی حد نہیں اگرچہ
ہزار یا کم زیادہ ہوں پس بعد اسکے اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی عدد اکثر معمول
فرمایا تو وہ سنت مؤکدہ ہو جاویگا اور جس کو احیاناً ادا فرمایا وہ مستحب رہیگا اور سوائے اس کے
دیگر اعداد بھی مستحب رہیں گے ہرگز بدعت نہیں ہو سکتے اور یہ قاعدہ سب عبادات میں جاری
ہے کہ مامور مطلق اُن اعداد میں جنکو وہ شامل ہے مطلق ہی مطلوب ہوتا ہے کسی عدد معین
میں منحصر نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے التزام سے سنت مؤکدہ اور احیاناً
کرنے سے مستحب اور ما سوائے اسکے بھی مستحب مثلاً حق تعالیٰ نے فرمایا استغفروا ربکم
الآیہ اس سے استغفار مطلوب ہے اگرچہ چہ بار ہو یا ند بار بعد اُس کے جو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ تو اب اگر کوئی سبعین سے زیادہ

استغفار کرے وہ اسی اُمرِ مطلق کا فرد مطلوب ہوگا اُسکو بدعت نہ کہہ سکیں گے یہ جزئیہ بطور نظیر
لکھا گیا ہے اہلِ علم بہت سے عبادات مستحبہ کو بریں قیاس دریافت کر سکتے ہیں بناءً علیہ جو صحابہ
اور تابعین اور مجتہدین علماء نے اعداد رکعات اختیار کیے ہیں چنانچہ اُن کا ذکر آگے کیا جائیگا وہ
سب انہیں احادیث کے افراد ہیں کوئی اُن سے خارج نہیں سب مامور مندوب ہیں مگر علماء
حنفیہ کے نزدیک جو عدد ان میں سے فعل یا قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بجماعت ثابت
ہوا ہے اُسمیں جماعت کو سنت کہیں گے اور اُسکے سوائے میں جماعت کو بتداعی مکروہ فرمائینگے
کیونکہ اُنکے نزدیک جماعت نفل بتداعی مکروہ ہے مگر جس موقع میں کہ نص سے ثابت ہو چکی ہے
وہاں مکروہ نہیں اسیواسطے کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عدد تراویح میں شک ہو جاوے
کہ اٹھارہ پڑھے یا بیس تو دو رکعت فرادی فرادی پڑھیں نہ بجماعت بسبب اطلاق حدیث
کے زیادہ ادا کرنا ممنوع نہیں خواہ کوئی عدد ہو مگر جماعت بیس سے زیادہ کی ثابت نہیں
جس کا ذکر آگے آویگا الحاصل قولاً کوئی عدد معین نہیں مگر آپ کے فعل سے مختلف اعداد
معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ کا قول جامع ترمذی میں ہے قال احمد روی فی ذلک
الوان لم یقض فیہ بشئ انتہی یعنی امام احمد نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور کسی صورت کو مرجح
نہیں بنایا بلکہ سب کو جائز اور مستحب رکھا ازانجملہ ایک دفعہ گیارہ رکعت بجماعت پڑھنا ہے چنانچہ
جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں گیارہ
رکعت تراویح بجماعت پڑھی وعن جابر انہ صلے بہم ثمان رکعات والوتر ثم انتظروہ
فی القابلۃ فلم یخرج الیہم رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحہما انتہی مگر یہ آٹھ رکعت
پڑھنا تراویح کا بجماعت مستلزم نفی زیادت کو نہیں اس واسطے کہ ممکن ہے بلکہ مظنون ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اول آخر اس نماز کے منفرداً زیادہ پڑھی ہوں اسواسطے
کہ رمضان میں آپ احیاء تمام لیل کا کرتے تھے چنانچہ سابق میں گذرا اور لیالی میں بجماعت گیارہ
رکعت سے زیادہ پڑھی ہوں یا منفرداً آپ نے زیادہ پڑھی ہوں اس کی نفی نہیں ہو سکتی
اس واسطے کہ حضرت جابر نے یہ نہیں کہا کہ آپنے ہر روز گیارہ رکعت پڑھیں نہ یہ کہا کہ
سوائے اس کے اور کوئی رکعت نہیں پڑھی بلکہ ایک دن کی صلوٰۃ جماعت کا ذکر

کرتے ہیں اور بس۔ اور یہ واقعہ فعل ہے کہ احتمال عموم کا نہیں رکھتا اور نہ زیادہ رکعت کا معارض ہو سکتا ہے اسواسطے کہ تعارض کیلئے وحدت زمان ومکان شرط ہے خصوصًا اُس شب میں کہ آپنے تمام شب سب کو جمع کر کے نماز پڑھی جیسا کہ روایت ابوذر سے ثابت گذرا اگر اُس میں گیارہ رکعت پڑھی جاتی تو تطویل قیام بالضرور کوئی راوی بیان کرتا۔ جسطرح تاخیر سحور کو ذکر کیا ہے کیونکہ آٹھ نو گھنٹہ میں آٹھ رکعت پڑھنا نہایت دشوار ہوتا ہے تو یہ تطویل قابل ذکر تھی جیسا صلوۃ کسوف کی تطویل کو ذکر کیا جاتا ہے لہذا عجب نہیں کہ اس شب میں بیس رکعت پڑھی گئی ہوں یا زیادہ اور منفردًا بھی آپ نے بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اگرچہ ان تین شب کی عدد رکعات جو ابوذر نے نقل فرمایا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اور وجہ نہ نقل کرنے کی یہ ہے کہ اعداد رکعات کی تعمیم تھی لہذا ہر روز کے اعداد کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہیں سمجھا گیا۔ اور ابن عباس سے ابن ابی شیبہ نے جو اپنے مصنف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت پڑھنا نقل کیا ہے اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر مؤید ہے آثار صحابہ سے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعات پڑھی ہیں۔ اور جمہور تابعین اور فقہا کا اس پر عملدرآمد ہے جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے قلت[۱] روی عبد الرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب ابن یزید ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرۃ رکعۃ یقومون بالمئین وینصرفون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبد البر ھو محمول علی ان الواحدۃ للوتر وقال ابن عبد البر وروی الحارث بن عبد الرحمن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عھد عمر بثلاث وعشرین رکعۃ قال ابن عبد البر ھذا محمول علی ان الثلاث للوتر وقال شیخنا وما حمله

[۱] کہتا ہوں میں روایت کی عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس سے اور اوروں سے انہوں نے محمد بن یوسف سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ بتحقیق حضرت عمر رضؓ نے جمع کیا لوگوں کو رمضان میں ۱۲ ابی بن کعب اور تمیم داری کے پیچھے اکیس رکعت پر قیام کرتے تھے سو سو والی سورتوں کیساتھ اور فارغ ہوتے تھے صبح صادق کے طلوع کی قبل کہتا ہوں میں العینی عینی کہا ابن عبد البر نے یہ محمول ہے اسپر کہ ایک رکعت وتر کی تھی اور کہا ابن عبد البر نے روایت کی حارث بن عبد الرحمن بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے کہا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں قیام تئیس رکعت کے ساتھ تھا اور کہا ابن عبد البر نے یہ محمول اسپر ہے کہ تین رکعتیں وتر کی تھیں اور کہا استاذ ہمارے نے یہ مراد لینی ابن عبد البر کی صحیح ساتھ

علیہ فی الحدیثین صحیح بدلیل مارویٰ محمد بن نصر من روایة یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید انهم کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعة فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه واما اثر علی رضی الله تعالیٰ عنه انه امر رجلا یصلی بهم رمضان عشرین رکعة واما غیرهما من الصحابة فروی ذلك عن عبد الله بن مسعود رواه محمد بن نصر المروزی قال اخبرنا یحیی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وهب قال کان عبد الله بن مسعود یصلی لنا فی شهر رمضان فینصرف وعلیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث واما القائلون به من التابعین فشتیر بن شکل وابن ابی ملیکة والحارث الهمدانی وعطاء بن ابی رباح وابو البختری وسعید بن ابی الحسن البصری اخو الحسن وعبد الرحمن بن ابی بکر وعمران العبدی وقال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقهاء وهو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة انتهی وقال الترمذی فی سننه واختلف اهل العلم فی قیام رمضان فرأی بعضهم ان یصلی احدی واربعین رکعة مع الوتر وهو قول اهل المدینة والعمل علی هذا عندهم بالمدینة واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرهما من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عشرین رکعة وهو قول سفیان الثوری وابن المبارك والشافعی وقال الشافعی وهکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة وقال احمد روی فی ذلك الوان لم یقض فیه بشیء وقال اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعة علی ما روی عن ابی بن کعب انتهی اور کتب میں بھی یہ اور اس سے زیادہ منقول ہے اسکے ذکر میں تطویل ہے خلاصہ یہ کہ عبد الله بن مسعود جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسکوا بعهد ابن مسعود (الحدیث) وکان اقرب الناس هدیا ودلا وسمتا برسول الله

دلیل اسکی کہ روایت کی محمد بن نصر نے روایت یزید بن خصیفہ کی سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ قیام کرتے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کیساتھ حضرت عمر کے زمانہ میں اور اثر حضرت علی کا پس ذکر کیا اسکو وکیع نے حسن بن صالح سے انہوں نے عمرو بن قیس سے انہوں نے ابو الحسناء سے انہوں نے حضرت علی سے کہ انہوں نے امر کیا ایک شخص کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ بیس رکعت اور لیکن حضرت عمر اور حضرت علی کے سوا اور صحابی پس روایت کی گئی ہے عبد اللہ بن مسعود سے میرا ظن یہ ہے کہ روایت کرنے والے محمد بن نصر مروزی ہیں کہا انہوں نے خبر دی ہم کو یحییٰ ابن یحییٰ نے انکو حفص ابن غیاث نے انہوں نے اعمش سے سنا اعمش نے زید بن وہب سے کہا وہ تھے عبد اللہ بن مسعود پڑھتے ہمارے ساتھ رمضان کے مہینہ میں اور فارغ ہوتے تھے کچھ رات سے کہا اعمش نے کہ بیس رکعت تراویح کی پڑھتے اور تین وتر کی لیکن قائل ہیں کے تابعین میں سے پس شتیر بن شکل اور ابن ابی ملیکہ اور حارث ہمدانی اور عطا ابن رباح اور ابو البختری اور سعید بن ابی الحسن البصری الحسن ... ری کے اور عبد الرحمن ابن ابی بکر اور عمران بن عبدی ہیں اور کہا ابن عبد البر نے

تمسک پکڑو ساتھ عہد ابن مسعود کے اور تھے وہ زیادہ قریب سب لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ... ۱۲

ہم کو بیس رکعت پڑھتے ہوئے اور فرمایا امام احمد نے روایت کی گئی ہیں اس میں کئی صورتیں اور نہ حکم کیا اس میں کسی طرح کا۔ اور فرمایا اسحق نے بلکہ ہم پسند کرتے اکتالیس رکعت جیسے کہ روایت کی گئی ہے ابن ابی کعب سے ۱۲-

صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود (الحدیث) بیس رکعت پڑھتے اور اُسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنکو ممنوع تھا اسی واسطے اس کا التزام کیا اگرچہ ایک ہی دو بار سہی کہ تسنن کیواسطے ایک دفعہ کا فعل بھی کافی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے باب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقتدوا[۱] بالذین بعدی ابی بکر و عمر مطلق اقتدار کا حکم تمام امور میں فرمایا اُنھوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفار ثلثہ عمر و عثمان و علی جبکہ ان ہر سہ نے بیس کا امر فرمایا تو بمقتضار علیکم[۲] بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اس کا عمل اُمت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے کبھی اسپر انکار نہ فرمایا اور برغبت قبول فرمایا یہ اوّل دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرین یار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکے نزدیک محفوظ تھا کہ کسی نے اسپر اعتراض نہ کیا اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور یا یہ کہ اطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثبت اس عدد کا بھی سمجھا اور بطیب خاطر اسکو قبول فرمایا لہذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائیگا اور اسپر کسی وجہ سے شائبہ لفظ بدعت کا رکھنا سخت مذموم ہوگا کیونکہ اوّلاً مطلق قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سب اعداد مطلقاً مسنون ہوگئے ہیں۔ ثانیاً خود فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے احیاناً اس کا استحباب ثابت ہوا۔ ثالثاً جن صحابہ کے اقتدار پر ہمکو تاکید کی گئی تھی اُن کے فعل سے یہ عدد ثابت ہوا تو گویا ان صحابہ کا فرمانا اور عمل کرنا خود رسول اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمانا اور عمل کرنا تھا۔ رابعاً سوائے اُن صحابہ کے دیگر صحابہ جو صدہا تھے کسی نے اس پر انکار نہ کیا اور سب نے اس کو بطیب خاطر قبول فرمایا بعد اس کے کونسی دلیل کی حاجت ہے اور اس فعل حضرت عمرؓ کی روایات صحیح ہیں اور یزید بن رومان کی حدیث میں ہر چند کہ انقطاع ہے مگر اوّلاً حدیث منقطع موطا کی خود صحیح ہے کہ امام مالک صاحب کے یہاں اور سب محدثین کے یہاں قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی اور ابن عبد البر کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک کی ہیں اُن کا اتصال ہمنے دوسری سند سے دریافت کرلیا ہے سوا چار روایت کے کہ یہ روایت فعل حضرت عمرؓ کی اُن چار غیر ثابت الاتصال میں

[۱] اقتدا کرو دو شخصوں کے جو بعد میرے ہونگے یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ [۲] لازم بنا لو اپنے پر عمل میری سنت اور سنت خلفار کا جو ادروں کو ہدایت کرنیوالے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں ۱۲

داخل نہیں اور سائب بن یزید کی روایات پر جو اوپر مذکور ہوئیں اُسکے مویدہیں اور یہ صحیح ہیں اور فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی کوئی تعارض نہیں کہ اوّلاً گیارہ کا حکم کیا تھا اور پھر اکیس کا اور پھر تیئیس کا اور چونکہ اس میں بھی اختلاف زمان ہے لہذا نہ اسمیں تعارض ہے اور نہ ضعف ہے اور اگر یوں کہا جاوے کہ اوّل دفعہ آٹھ تراویح تھی اور تین وتر اور دوسری دفعہ اٹھارہ تراویح اور تین وتر اور تیسری دفعہ میں بیس تراویح اور تین وتر درست ہے اور یہ ہر فعل باوقات مختلفہ صحابہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھے لہذا یہ سب سنت ہیں اور کوئی معارض ایک دوسرے کے نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت اوپر معلوم ہوچکا کہ تہجد میں ہے نہ تراویح میں سو وہ معارض بیس کے نہیں ہوسکتی اور اگر بالفرض ہم دونوں صلوٰۃ کو ایک ہی تسلیم کریں تاہم کچھ معارضہ نہیں اسواسطے کہ یہ قول حضرت عائشہؓ کا اکثریہ ہے نہ کلیہ اور اگر اسکو کلیہ کہا جاوے تو خود حضرت عائشہؓ تیرہ کی روایت کرتی ہیں چنانچہ امام مالک موطا میں روایت فرماتے ہیں اور یہ پہلے بھی گذر چکی ہے عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے بالیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلے اذا سمع النداء للصبح رکعتین خفیفتین (الحدیث) پس اگر وہ روایت کلیۃً قرار دی جاوے تو یہ روایت غلط ہوجاویگی اور حضرت ابن عباس وغیرہ کا تیرہ رکعت روایت کرنا جو صحیحین میں ہے غلط ہوجاویگا پس یا اس روایت کو اکثریہ بنایا جاوے تاکہ سب روایتیں صحیح رہیں یا عدم علم حضرت عائشہؓ کے اوپر حمل کیا جاوے اور عدم علم پر حمل کرنا ظاہر ہے کہ غیر مناسب ہے پس جیسا کہ تیرہ رکعت کی حضرت عائشہؓ سے اور دیگر صحابہ سے تصحیح ہوگئی ایسا ہی اٹھارہ اور بیس اور زاید کی بھی تصحیح ہوسکتی ہے اور جیسا کہ تیرہ اور گیارہ میں تعارض نہیں ہے ایسا ہی بیس میں تعارض نہ رہیگا بہرحال اُس حدیث ابن عباس کے مویدات موجود ہیں پھر اسکے ضعف پر کیا نظر کیجاویگی اگر بمقابلہ گیارہ کے روایت کی صحت تیرہ کو معتبر کیا جاتا ہے تو بیس رکعت کی روایات صحیحہ جو صحابہ کے فعل سے معتبر ہوئیں کس طرح معتبر نہ ہوں گی بلکہ افعال صحابہ بھی حسب ارشاد جناب فخر عالم علیہ السلام کے مثل فعل رسول اللہ ہی کے ہونگے اب رہی یہ بات کہ بیس کے فعل کی نسبت خلفاء ثلثہ کی طرف ہے اور خلیفہ اوّل سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا تو کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ خلفاء صیغہ جمع کا ہے اور اس پر الف لام داخل ہوا ہے اور قاعدہ عربیت کا ہی کہ جب الف لام جمع پر

داخل ہوتا ہے، تو وہ معنے عموم کے دیتا ہے جمع اور واحد کو دونوں کو مثلاً لا اتزوج النساء اگر کہے تو جیسا کہ بہت عورتوں کے نکاح کرنے سے حانث ہوگا ایسا ہی ایک اور دو سے بھی حانث ہو جاتا ہے جیسا کہ لا یحل لک النساء من بعد میں ممانعت نکاح ایک کی اور بہت کی ثابت ہوتی ہے۔ پس تین خلیفہ کا عمل اُسپر ہونا کافی ہے اور اگر ایک خلیفہ بھی اُسکے اوپر عمل کرتے جب بھی کافی تھا چہ جائیکہ تین خلیفہ نے یہ کام کیا اور سب صحابہ نے اُس پر اجماع کیا اور مراد سنت الخلفاء سے حدیث میں وہ امر ہے کہ اصل اُسکی کتاب اور سنت رسول اللہ میں موجود ہو مگر شیوع اُس کا نہیں ہوا پھر کسی خلیفہ نے اُس کا شیوع کر دیا سو وہ فی الحقیقت سنت رسول اللہ ہی ہے مگر چونکہ اُس کا شیوع خلفاءؓ سے ہوا اس واسطے اُس کو سنت الخلفاء فرمایا پس سنت الخلفاء وہی ہے کہ اصل اُس کی سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کو یہ کہا تھا کہ علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین نہ اُس امر کو کہ مخالف سنت رسول اللہ ہو کیونکہ جو امر مخالف سنت رسول اللہ ہوگا وہ امر بدعت ہوگا اور صحابہ بھی اسی سنت خلفاء کو التزام کرتے تھے کہ جسکی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہو اور خلفاء کی سنت بھی ایسی ہی ہوتی تھی اور جب تک کہ صحابہ کو سنت خلفاء کی اصل نہ معلوم ہوتی تھی وہ قبول نہ کرتے تھے مثلاً جس وقت کہ شیخین نے زید بن ثابت کو بُلا کر جمع قرآن کے واسطے کہا تو چونکہ زید کو یہ امر بدعت معلوم ہوا تو یہ جواب دیا کہ کس طرح کرتے ہو تم اُس عمل کو جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا اور زید کہتے ہیں اگر شیخین مجھکو پہاڑ نقل کرنے کا حکم دیتے تو وہ میرے نزدیک سہل تھا اس امر سے اور اس کی وجہ وہی تھی کہ اُس کو وہ بدعت سمجھ رہے تھے لہذا اُنہوں نے اُسکو قبول نہ کیا یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ نے اُن کو سمجھا دیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہی ہے اُس وقت اُنہوں نے قبول فرمالیا یہ قصہ بخاری میں موجود ہے۔ عن[1] عبید بن السباق ان زید بن ثابت قال ارسل الی

---

[1] مروی ہے عبید بن سباق سے کہ تحقیق زید بن ثابت سے فرمایا کہ بھیجا کوئی آدمی حضرت ابو بکر نے میری طرف جبکہ یمامہ والوں کے ساتھ مقاتلہ تھا میں ناگاہ حضرت عمرؓ کو میں نے وہاں پایا فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے کہ حضرت عمر میرے پاس آئے اور کہا قتل شدید ہوا یمامہ کے مقاتلہ میں قرآن کی قاریوں پر اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر ایسے ہی قتل ہا قاریوں پر اور طرفوں میں تو اکثر کلام اللہ

ابو بکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابو بکر ان عمر اتانی فقال ان القتل
قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب
کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول
الله صلی الله علیه وسلم قال عمر هذا والله خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح الله صدری
لذلك ورایت فی ذلك الذی رای عمر قال زید قال ابو بکر انك رجل شاب عاقل
لا نتهمك وقد کنت تکتب الوحی لرسول الله صلی الله علیه وسلم فتتبع القرآن
فاجمعه فوالله لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی به من جمع القرآن
قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم قال هو والله خیر
فلم یزل ابو بکر یراجعنی حتی شرح الله صدری للذی شرح له صدر ابی بکر و عمر اس
سے صاف ظاہر ہے کہ قبول کرنا صحابہ کا سنت خلفاء کو اُس وقت ہوتا تھا کہ اُن کے
نزدیک وہ سنت موافق سنت رسول اللہ کے ہوتی تھی پس یہ سنت عشرین رکعت بھی
ایسی ہی ہے کہ اسکی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہے اسی واسطے تمام صحابہ نے اُس
وقت میں اس کو قبول کیا اور اس پر عامل رہے اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہ میں
سے اس پر انکار نہ کیا۔ نہ اس کو مخالف سنت رسول اللہ سمجھا اگرچہ بعض نے اس پر عمل نہ کیا
ہو بلکہ دوسرے عدد پر عمل کیا ہو کہ وہ بھی سنت سے اُن کے نزدیک ثابت تھا مگر انکار
ہرگز کسی نے نہیں کیا اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ظاہر کرے پس جب اجماع اس کا ثبوت
بلا انکار قرن صحابہ میں ہوگیا تو یہ مجمع علیہ ہوگیا اور سنت رسول اللہ ہونا اس کا واضح ہوگیا
قال علیہ السلام لا تجتمع امتی علی الضلالة پس بعد ایسی قطعی کے کسی اہل فہم کو جرأت
نہو گی کہ اسکو بدعت کہے مگر ہاں اسکو بھی سنت جانکر دوسرے عدد پر جو کہ سنت سے
ثابت ہے اس سے کم یا زیادہ اگر اس پر عمل کرے تو ملامت نہیں مگر اُن لوگوں پر کہ جو
آٹھ رکعت پر قناعت کرتے ہیں اور اس سے زیادہ سے اعراض کرتے ہیں بسبب
ترک کر دینے سنت خلفاء راشدین کے کہ فی نفس الامر وہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہے اور بقول علیہ السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین

ف فرمایا آنحضرت صلعم نے نہ جمع ہوگی امت میری گمراہی پر ١٢

ف لازم پکڑو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی جو کہ ہدایت پائے ہوئے ہیں یعنی ان کا اتباع کرو ١٢

عضوا علیہا بالنواجذ جو امر موکد ہے شائبہ الزام ضرور رہو گا کیونکہ مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں سنتوں کا معمول بنانا ہے۔ یہ حکم نہیں فرمایا کہ میری سنت کو لیکر خلفا کی سنت کو ترک کردو بلکہ دونوں پر التزام کرو کما لایخفے مگر اس کو بدعت کہنا نہایت زبون اور شنیع ہے بعد اسکے کسی دلیل کی حاجت نہیں اب روایت فتح الباری شرح بخاری کی نقل کی جاتی ہے کہ جس سے مذاہب علماء وفقہا دریافت ہو جائیں اگرچہ اوپر کی عبارات سے بھی معلوم ہو گئے تھے مگر اس میں زیادہ بسط ہے۔ قال فی فتح الباری لم یقع فی ہذہ الروایۃ عدد الرکعات التی کان یصلے بہا ابی بن کعب وقد اختلف فی ذلک ففی الموطا عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انہا احدی عشرۃ رکعۃ و رواہ سعید بن منصور من وجہ اٰخر وزاد فیہ وکانوا یقرءون بالمئین ویقومون علی العصی من طول القیام ورواہ محمد بن نصر المروزی من طریق محمد بن اسحٰق عن محمد بن یوسف فقال ثلث عشرۃ ورواہ عبد الرزاق من وجہ اٰخر عن محمد بن یوسف فقال احد وعشرین وروی مالک من طریق یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید عشرین رکعت وہذا محمول علی غیر الوتر وعن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلث وعشرین وروی محمد بن نصر من طریق عطاء قال ادرکتم فی رمضان یصلون عشرین رکعۃ وثلث رکعات الوتر والجمع بین ہذہ الروایات ممکن باختلاف الاحوال و یحتمل ان ذالک الاختلاف بحسب تطویل القراءۃ وتخفیفہا فحیث یطیل القراءۃ تقل الرکعات وبالعکس وبذلک جمع الداؤدی وغیرہ والعدد الاول

اہتمام سے سلف بخاری کی اس روایت میں تراویح کی تعداد مذکور نہیں ہوئی جو ابی بن کعب فرمایا کرتے تھے اور اس میں مختلف روایات آئی ہیں۔ موطا مالک میں محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ سائب بن یزید صحابی کہتے ہیں کہ وہ گیارہ رکعت تھیں اور اسی روایت گیارہ والی کو سعید بن منصور نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ مئین سورتیں پڑھا کرتے تھے اور طول قرأت کے سبب عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور روایت کیا اس کو محمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحٰق کے طریق سے وہ محمد بن یوسف سے اور اس میں تیرہ رکعت بیان کی ہیں اور عبد الرزاق نے دوسرے طریق سے اکیس رکعت روایت کی ہیں اور مالک نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے اس نے سائب بن یزید سے بیس رکعت کی روایت کی ہے اور یہ سوائے وتر کے محمول ہیں اور یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تئیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور محمد بن نصر نے عطاء کے طریق سے روایت کی ہے کہا عطاء نے کہ میں نے لوگوں کو پایا ہے کہ تیئس رکعت مع وتر پڑھتے تھے ان روایات میں یوں تطبیق دیجا سکتی ہے کہ یہ سب روایتیں مختلف اوقات پر محمول ہیں (یعنی کبھی گیارہ رکعت اور کبھی تیرہ اور کبھی اکیس اور کبھی تئیس پڑھتے تھے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ رکعتوں کی کمی زیادتی قرأت کے کم اور زیادہ ہونیکے باعث سے ہے جب قرأت زیادہ پڑھتے تو رکعتیں کم کر دیتے اور بالعکس اسی تطبیق کیساتھ داؤدی وغیرہ اہل علم نے جزم کیا ہے اور پہلا عدد گیارہ رکعت کا آنحضرت

موافق لحديث عائشة المذكور بعد هذا الحديث في الباب والثاني
قريب منه والاختلاف فيما زاد على العشرين راجع الى الاختلاف في الوتر
وكانه كان تارة يوتر بواحدة وتارة بثلاث وروى محمد بن نصر من طريق
داؤد بن قيس قال ادركت الناس في امارة ابان بن عثمان وعمر بن عبد العزيز
يعني بالمدينة يقومون بست وثلاثين ركعة ويوترون بثلث وقال مالك
هو الامر القديم عندنا وعن زعفراني عن الشافعي رايت الناس يقومون بالمدينة
تبسع وثلاثين وبمكة بثلث وعشرين وليس في شيء من ذالك ضيق عنه قال
ان اطالوا القيام واقلوا السجود فحسن وان اكثروا السجود واخفوا القراءة فحسن والاول
احب الي وقال الترمذي اكثر ما قيل فيه انها تصلى احدى واربعين ركعة يعني
بالوتر كذا قال وقد نقل ابن عبد البر عن الاسود بن يزيد تصلى اربعين و
يوتر لسبع وقيل ثمان وثلثين ذكره محمد بن نصر عن ابن ايمن عن مالك وهذا
يمكن رده الى الاول بانضمام ثلث الوتر لكن صرح في روايته بانه يوتر بواحدة
فتكون اربعين الا واحدة قال مالك وعلى هذا العمل منذ بضع ومائة
سنة وعن مالك ست واربعون وثلث الوتر وهذا هو المشهور عنه
وقد رواه ابن وهب عن العمري عن نافع قال لم ادرك الناس
الا وهم يصلون تسعا وثلثين يوترون منها بثلث وعن زرارة

کے نعل کے موافق ہے جو اسی باب میں حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے اور دوسرا اور دوسری رکعت کا بھی اسی کے قریب ہے اور بیس سے زیادہ یعنی
اکیس اور تئیس میں جو اختلاف ہے وہ وتر کی کمی زیادتی کی وجہ سے ہے کبھی ایک وتر پڑھتے تو اکیس ہو جاتیں اور تین پڑھتے تو تئیس اور محمد بن نصر نے
روایت کی ہے کہ داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے عہد میں لوگوں کو مدینہ میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے
پایا ہے مالک نے کہا ہمارے نزدیک یہی قدیم سے رائج ہے اور زعفرانی سے روایت ہے کہ شافعی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں انتالیس اور مکہ
میں تئیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے اور ان میں کسی بات پر تنگی نہیں ہے اور شافعی سے روایت ہے کہ اگر لوگ قیام کو لمبا اور رکعتوں کو کم کریں
تو اچھا ہے اور اگر رکعتیں زیادہ پڑھیں اور قرأت کو کم کر دیں تو بھی اچھا ہے لیکن قرأت کو زیادہ کرنا اور رکعتوں کو کم کرنا میرے نزدیک محبوب تر ہے
ترمذی نے کہا زیادہ سے زیادہ اکتالیس رکعت تک مروی ہے یعنی وتر سمیت۔ ترمذی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور تحقیق ابن عبد البر نے نقل کیا ہے
کہ اسود بن یزید سینتالیس رکعت پڑھتے تھے اور بعض نے کہا اڑتیس رکعت اسکو محمد بن نصر نے بروایت ابن ایمن مالک سے روایت کیا ہے اور اس کے
ساتھ تین وتر ملانے سے وہی اکتالیس ہو سکتی ہیں لیکن اس میں ایک وتر کی تصریح کی ہے تو انتالیس رکعت ہوئیں مالک نے کہا کچھ اوپر سو برس سے
اسی پر عمل چلا آیا ہے اور مالک سے چھتیس رکعت نفل اور تین وتر منقول ہیں اور مشہور ان سے اسی طرح ہے اور تحقیق ابن وہب نے عمری سے
اور عمری نے نافع سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے جن (لوگوں) کا زمانہ پایا ہے وہ انتالیس رکعت پڑھتے تھے کہ تین ان میں وتر ہوتے

بن اوفی انہ کان یصلی بھم بالبصرۃ اربعا وثلثین ویوتر وعن سعید بن جبیر اربعا وعشرین وقیل ست عشرۃ غیر الوتر روی عن ابی مجاز عن محمد بن نصر واخرج من طریق محمد بن اسحٰق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلی زمن عمر فی رمضان ثلث عشرۃ قال ابن اسحٰق وھذا اثبت ما سمعت فی ذالک وھو موافق لحدیث عائشۃ فی صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الیل واللہ اعلم انتھٰی الحاصل گیارہ رکعت تراویح سے جو زیادہ عدد منقول ہیں اس پر کسی نے قرون ثلثہ میں انکار نہیں کیا۔ اگرچہ عمل اس پر نہ کیا ہو تو بس جواز و سنت جملہ اعداد پر اجماع ہو گیا بعد از ان قرون کے اگر کسی نے اس پر انکار کیا تو وہ قابل التفات کے نہیں لہذا بیس رکعات کو یا اُس سے زیادہ کو بدعت کہنا ہرگز سزاوار نہیں۔ چنانچہ واضح ہو گیا اور یہ مدعا درصورت اتحاد دونوں صلوۃ کے بھی حاصل ہے بحث تفرقہ ہر دو صلوۃ کے بسبب سوال سایل کے کی گئی اگرچہ رائے بعض علماء سلف سے یہ رائے خلاف ہو۔ فقط۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ ۱۹ شوال ۱۳۱۵ ہجری

رشید احمد

اور روایت ابن اوفی تابعی سے روایت ہے کہ وہ بصرہ میں لوگوں کو علاوہ وتر کے چونتیس رکعت پڑھاتے تھے اور سعید بن جبیر (تابعی کبیر) سے علاوہ وتر کے چوبیس رکعت کی روایت ہے اور بعض نے کہا علاوہ وتر کے سولہ رکعت روایت کیا اس کو محمد بن نصر نے ابی مجلز (تابعی سے) اور محمد بن نصر نے محمد بن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ مجھکو محمد بن یوسف نے حدیث کی کہ اُن کے دادا سائب بن یزید صحابی نے کہا کہ ہم حضرت عمر کے زمانہ میں تیرہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے ابن اسحٰق تابعی کہتے ہیں کہ اساتذہ سے جو ہم نے سنا ہے اس میں بھی تیرہ رکعت ثابت ہیں اور وہ آنحضرت کی نماز شب کے موافق بھی ہے جو حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ ختم شد۔

حضرت مولینا مولوی رشید احمد صاحب مدظلہم فیوضہم کی جملہ تصانیف

البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ	رد بدعات تحقیق معانی سنت و بدعت و تفصیل دلایل ابطال بدعات مروجہ میں ایسی کتاب دیکھی نہ سنی جس کے قواعد کلیہ سے ہر شخص بدعت و سنت کو خود سمجھے	۱۲/
امداد السلوک	ترجمہ رسالہ مکیہ جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہی جو حضرت مولینا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی دام اللہ ظلہم نے اوایل شباب میں بارشاد حضرت حافظ ضامن صاحب ترجمہ فرمایا تھا فارسی میں ہے	۱۴/
ہدایۃ الشیعہ	ہادی علی لکھنوی شیعی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب مع اصل اشتہار و سوالات	۳/
زبدۃ المناسک	ضروریات حج سب اسمیں درج ہیں معہ محاورات عربی مروجہ مطبوعہ بار دوم واضح خوشخط	۳/ ۳/
سبیل الرشاد	مسایل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین و فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق ہی جس کو موافقین و مخالفین دونو نے تسلیم کرلیا ہے اردو	۱/ ۱/
لطائف رشیدیہ	چند استفسارات متعلقہ قرآنی آیات کے جوابات مع فتوی ثبوت پردہ مروجہ شرفاء ہند بآیات و روایات و شرح حدیث متعلقہ اخر رجل دخل الجنۃ	۱/
دلوقت تحقیق جماعۃ ثانیہ	مسجد محلہ میں تکرار جماعۃ کی کراہت فقہ و احادیث صحیحہ سے ثابت فرمائی ہے فارسی	۱/
رسالہ تراویح	غیر مقلدین کا رد اور مذہب مقلدین احادیث صحیحہ سے اثبات بابت بست رکعات تراویح	۱/
فتوی میلاد	چند استفسارات کا جواب جسمیں حضرت مولینا محمد یعقوب اور ہر سہ علمائے مفصل جواب دربارہ مجالس مروجہ میلاد مذکور ہیں ۔	۱/
رسالہ جمعہ	اہل حدیث کے ایک فتوے کا جواب ...	۱/
رسالہ وقف	اہل حدیث نے یہ ثابت کیا تھا کہ اوقاف قرآنی جن پر جملہ قراء و حفاظ کا عمل در آمد ہی بدعت ہیں اس کا جواب احادیث صحیحہ سے	۱/
فتوی ظہر	ظہر احتیاطی بعد الجمعہ کا جواب	-/
ہدایۃ المعتدی	قرأت فاتحہ خلف الامام میں آپ ہی اپنا نظیر ہے جس کو مخالفین نے بھی پسند کیا ہے	۲/ و ۲/

جناب مولینا اشرف علی صاحب دام مجدہم کی تصانیف

فروع الایمان	مومن میں جو خصایل ہونے چاہئیں یعنی خصایل ایمان	۲/
بہشتی زیور دس حصہ مع بہشتی گوہر		۱۰/ ۴
کلید مثنوی اردو حصہ	یعنی مثنوی حضرت مولانا روم کی شرح	۱۲/ ۴
مناجات مقبول مطبوعہ میرٹھ	۵/ تعلیم الدین	۶/
	۶/ صفائی معاملات	۱/
اصلاح الرسوم نو ترمیم	یہ کتاب نہایت مفید واقع ہوئی ہے جسمیں رسوم مروجہ کو دلائل شرعیہ سے باطل کیا ہی	۱۴/
تکمیل الیقین	احکام الٰہیہ کے اسرار اور حکمتیں ولایتی کاغذ پر	۴/

فتاوی اشرفیہ حصہ اول	۳/	اصلاح ترجمہ نذیریہ	۱/
״ ״ دوم	۴/	اصلاح ترجمہ حیرتیہ	۵/
تحقیق تعلیم انگریزی	-/	جزاء الاعمال	۱/
خطب ماثورہ	۱/	حق السماع	۱/
علاج القحط والوباء	۵/	تجوید القرآن نظم	۱/
الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح	۱/	حقوق الاسلام	۱/
		طریقہ مولد	۵/
سبق الغایات فی نسق الآیات	۸/	اقتصاد در بحث	۳/
		تقلید و اجتہاد مطبوعہ جدید	
رونمائے مثنوی	۱/	حفظ الایمان	۱/
شجرہ مع تعلیم الطالب	۱/	خاتمہ بالخیر	۱/
قصد السبیل	۱/	القول البدیع	۲/

ہمارے یہاں علاوہ کتب درسیہ کے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولینا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولینا خلیل احمد صاحب مدظلہم ۔ اور حضرت مولینا محمود حسن صاحب مدظلہم کی جملہ تالیفات بھی موجود ہیں ۔ جن کی مفصل فہرست منگوانے پر بھیجی جاسکتی ہے ۔

ناظرین بہت جلد درخواستیں بھیجیں ۔

المشتہر مولوی محمد یحییٰ تاجر کتب دینیہ سہارنپور و گنگوہ

... مولوی محمد یحییٰ نے سہارنپور سے شایع کیا